⊙ محمد افضل صفی
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
⊙⊙ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

احمد فراز کی شاعری کا تشبیہاتی نظام

Abstract:

Ahmad Faraz is the most significant emerging poet on the Urdu poetical vista of 2nd half of the 20th century. The simile system of his poetry has its own identity. There is found a new and novel world of similes in fraz's poetry. These similes provide the reader or the listener with aesthetic sense. His similes are rich with apparent and literal qualities. These similes include human emotions and feelings in an artistic manner. Faraz brings rare similes on the basis of his observation. In this article, ten different kinds of similes are discussed that are found frequently in his poetry.

Keywords:

Ahmad Faraz, Poetry, Similes, Artistic, Observation

احمد فراز کی شاعری میں تشبیہات کا ایک جہان آباد ہے۔ اردو، ہندی اور فارسی کے زیر اثر فراز نے تشبیہات کے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں۔ تشبیہ کیا ہے؟ سید عابد علی عابد کے نزدیک تشبیہ ''وہ فن ہے جس کے ذریعے فنکار، انشاپرداز یا خطیب مختلف چیزوں میں مشابہتیں دریافت کرتا ہے۔ گویا ایک چیز کو دوسری چیز کے مشابہ کر دیتا ہے''(۱) انور جمال کے مطابق: ''تشبیہ میں ایک چیز کو ایک یا ایک سے زیادہ مشترک خصوصیات کی بنا پر دوسری کے مانند قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح پہلی چیز کی اہمیت تاثر یا شدت کو واضح کیا جاتا ہے''(۲) تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں: مشبہ، مشبہ بہٖ ، وجہ شبہ، حروفِ تشبیہ، غرض تشبیہ۔ انھی ارکان کی مدد سے تشبیہ کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ تشبیہات و استعارات تو ہر شاعر کے ہاں مل جاتے ہیں دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ تشبیہ و استعارہ کے استعمال میں عمدہ قرینہ کیسے پیدا ہوا ہے۔ احمد فراز کے ہاں نادر تشبیہات کی

بہتات ہے۔ عمدہ قرینے موجود ہیں جو اُسے دیگر شعرا سے منفرد کرتے ہیں، وہ وہی شاعر ہے۔ اس کی شعری کائنات وسیع ہے۔ وہ ہمیشہ نئی نئی تشبیہات کا متلاشی رہتا ہے۔ اس کا شعری وجدان جب تخیل کی گہری گھاٹیوں میں اترتا ہے تو تشبیہات کے عمدہ نمونے ڈھونڈ لاتا ہے۔ ''یہی وجہ ہے کہ اس کی تشبیہات اور استعارات میں تخلیقی آب و رنگ موجود ہے''۔ (۳) احمد فراز کی تشبیہات میں موسیقیت اور غنائیت کا عنصر موجود ہے ''ترنم جو محض حروفِ علت یا حروفِ صحیح کی خوشگوار تکرار کا نام ہے''(۴) وہ احمد فراز کی تشبیہات کی جان ہے۔ ان کی تشبیہات میں اسما اور افعال کے ساتھ حروفِ علت کا متوازن استعمال ملتا ہے۔ جس کے نتیجے میں تشبیہاتی عمل غنائیت کے عنصر سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ فراز کی تشبیہات اعلیٰ جمالیاتی شعور سے مزین ہیں۔ ان کی تشبیہات میں صوری اور معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ انسانی جذبات و احساسات کی رنگا رنگی موجود ہے۔ احمد فراز کی شاعری میں تشبیہ کی متعدد صورتیں موجود ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

۱۔تشبیہ مفرد	۲۔تشبیہ مقید	۳۔تشبیہ مفروق	۴۔تشبیہ ملفوف
۵۔تشبیہ تسویہ	۶۔تشبیہ جمع	۷۔تشبیہ مفصل	۸۔تشبیہ بعید
۹۔تشبیہ مرسل	۱۰۔تشبیہ مؤکد		

تشبیہ مفرد:

وہ تشبیہ ہے جس میں طرفینِ تشبیہ (مشبہ اور مشبہ بہ دونوں) مفرد ہوتے ہیں اور اُن پر کوئی قید بھی نہیں ہوتی:

فرازؔ آج شکستہ پڑا ہوں بت کی طرح
میں دیوتا تھا کبھی ایک دیوداسی کا (۵)

مشبہ: شاعر، مشبہ بہ: بت، وجہ شبہ: دیوتا مانے جانے والے بت کی شکستگی۔ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہیں۔ مشبہ بہ: بت اور اس کے مناسبات دیوتا، دیوداسی کا تعلق ہندی تہذیب سے ہے۔ فرازؔ کے یہاں عربی اور فارسی ادب کی نسبت اپنی دھرتی اور ہندی تہذیب سے متعلقہ تشبیہات زیادہ ملتی ہیں۔ اِس تشبیہ میں محبوب کی بے اعتنائی کا خوب صورت قرینہ موجود ہے یعنی میں کبھی مندر میں رہنے والی پجارن کا دیوتا تھا۔ آج اس نے نہ صرف میری ذات سے انکار کر دیا ہے بلکہ میری محبت کا بُت بھی توڑ دیا ہے۔ یہاں یہ بات خلاف قیاس ہے دیوداسی تو پوجا پاٹ میں اپنی زندگی قربان کر دیتی ہے خیر پورا مضمون مشبہ بہ بُت کے اردگرد گھومتا ہے۔ وجہ شبہ ''شکستگی'' پر غور کریں تو شاعر خود کو بت قرار دے رہا ہے جس کی کبھی پوجا کی جاتی تھی اور پھر اُسے توڑ دیا گیا۔ وجہ شبہ میں جو قرینہ پیدا ہوا ہے، وہ مضمون میں موجود پورا منظر ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے:

دل ہے یا شہرِ خموشاں کوئی
نہ کوئی چاپ نہ دھڑکن نہ صدا (۶)

مشبہ: دل، مشبہ بہ: شہرِ خموشاں، وجہ شبہ: خاموشی

دل کو شہرِ خموشاں سے تشبیہ دے کر دل کی ویرانی اور خاموشی کا عمدہ قرینہ پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں مشبہ بہ، کی مناسبت سے چاپ، دھڑکن اور صدا کے ساتھ حرفِ تردید کا شستہ و برجستہ استعمال شعر میں غنائیت پیدا کر رہا ہے۔ پہلے

مصرعے میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہیں۔ دوسرے مصرعے میں آواز کی تین مختلف صورتوں سے تشبیہ کا خوبصورت قرینہ پیدا کیا گیا ہے۔ چاپ معمولی سی آہٹ یا، پاؤں کی آہٹ، دھڑکن کا تعلق دل سے ہے، آواز قدرے واضح صورت حال کو سامنے لاتی ہے۔ قبرستان کی مناسبت سے تینوں صورتوں کا ایک جگہ جمع کرنا اور جمع کرنے کے بعد حرفِ نفی سے اِن کے وجود کا انکار نہایت عمدہ قرینہ ہے جس سے خاموشی اور ویرانی کی وضاحت مکمل ہو جاتی ہے:

زندگی اوڑھ کے بیٹھی تھی ردائے شبِ غم
تیرا غم ٹانک دیا ہم نے ستارے کی مثال (۷)

مشبہ: غم، مشبہ بہ: ستارہ، وجہ شبہ: جڑنا، ٹانکنا

ردائے شبِ غم میں ستارے کی طرح غم ٹانکنے سے عمدہ مضمون پیدا ہوا ہے۔ شبِ غم کی چادر، کی مناسبت سے ستارہ اور غم ٹانکنا خوب صورت قرینہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں غم کو ستارے کی طرح سجا دینے سے رجائیت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جس میں مایوسی نہیں بلکہ حزنیہ پہلو ہے۔ یہ پہلو اعلا تفکر اور تخلیقی صلاحیتوں کا غماز ہے۔ یعنی زندگی غم کی ردا اوڑھے بیٹھی تھی اور اداسیوں میں گھری ہوئی تھی۔ جب تیرا (محبوب کا) غم ملا تو ہم نے اس غم کو ستارے کی طرح شبِ غم کی ردا پر ٹانک دیا جس سے شبِ غم کی ردا چمک اٹھی اور سج گئی۔ اس طرح کا انوکھا قرینہ تشبیہات میں کم پایا جاتا ہے، تشبیہ مفرد کی چند اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

تو بھی خوشبو ہے مگر میرا تجسس بے کار
برگ آوارہ کی مانند ٹھکانے میرے (۸)

مشبہ: شاعر مشبہ بہ: برگِ آوارہ، وجہ شبہ: آوارگی

ریشۂ سنگ سے کھینچی ہوئی زلفیں جیسے
راستے سینۂ کہسار پہ بل کھاتے ہوئے (۹)

مشبہ: راستے، مشبہ بہ: زلفیں، وجہ شبہ: بل کھانا

کہاں کی آنکھیں کہ اب تو چہروں پہ آبلے ہیں
اور آبلوں سے بھلا کوئی کیسے خواب دیکھے (۱۰)

مشبہ: آنکھیں، مشبہ بہ: آبلے، وجہ شبہ: بینائی نہ رکھنا

تشبیہ مقید:

اس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوتے ہیں مگر ان پر کوئی نہ کوئی قید لگا دی جاتی ہے۔ احمد فراز کی تشبیہات میں تشبیہ مقید کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ تشبیہ مقید سے انھوں نے ابلاغ کے عمدہ قرینے پیدا کیے ہیں:

یہ غمگین آنکھیں کہ جیسے کسی خواب گوں جھیل میں
دو کنول شامِ ہستی کے کہرے میں لپٹے ہوئے ہوں
یہ گلنار لب جیسے باغِ جوانی کی کلیاں

بہاروں کے انجام سے باخبر ہوں
یہ معصوم چہرہ کہ جیسے کسی جگمگاتے ہوئے شہر پر
دُھند سی چھا گئی ہو (۱۱)

مشبہ: غمگین آنکھیں، مشبہ بہ: دو کنول، مشبہ: گلنار لب

مشبہ بہ: باغ جوانی کی کلیاں، مشبہ: معصوم چہرہ، مشبہ بہ: جگمگاتا ہوا شہر

اگر غور کریں تو ہر مشبہ بہ پر کوئی نہ کوئی قید موجود ہے۔ جو غنائیت پیدا کر رہی ہے۔

۱۔ دو کنول پر: شامِ ہستی کے کہرے میں لپٹے ہونے کی قید ہے۔

۲۔ جوانی کی کلیوں پر: بہاروں کے انجام سے باخبر ہونے کی قید۔

۳۔ جگمگاتے ہوئے شہر پر: دھند کی قید ہے۔

تشبیہ مقید کے ذریعے تشبیہ میں جو جدت پیدا ہوئی ہے، وہ قابلِ تحسین ہیں کہ غمگین آنکھیں کنول کے وہ دو پھول ہیں جو شامِ ہستی کے کہرے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اپنی جولانیوں سے محروم ہیں۔

گلنار لب وہ جوانی کی کلیاں ہیں جو بہاروں کے بھیانک انجام سے باخبر ہیں۔ بہار کے بعد انجام خزاں ہی ہوتا ہے۔ معصوم چہرہ جگمگاتے ہوئے اس شہر کی مانند ہے جو دھند کی لپیٹ میں ہے۔ دھند کی موجودگی میں جگمگانا کس کام کا؟ پے بہ پے تشبیہات میں حسن پرگتی قدغنوں کا اظہار عمدگی سے تخیلاتی پیرائے میں جدت و تازگی کا سبب ہے:

ایک منظر کی طرح دل پر منقش ہے ابھی
اک ملاقات سرِ شام لبِ جو والی (۱۲)

مشبہ: ملاقات، مشبہ بہ: منظر، وجہ شبہ: منقش ہونا

ملاقات کے ساتھ زماں (سرِ شام) اور مکاں (لبِ جُو) کی قید لگا دی گئی ہے:

آنکھ بے اشک ہے برسے ہوئے بادل کی طرح
ذہن بے رنگ ہے اُجڑا ہوا موسم جیسے (۱۳)

مشبہ: آنکھ، مشبہ بہ: بادل، وجہ شبہ: برسنا

مشبہ بہ بادل کے ساتھ ''برسے ہوئے'' کی قید لگا دی گئی ہے۔ اسی طرح مشبہ، آنکھ کی حالت، بے اشک ہونا ظاہر کر دیا گیا ہے۔ دوسرے مصرع میں ذہن کو اجڑے ہوئے موسم کی طرح بے رنگ قرار دیا گیا ہے۔ آنکھ بھی برس چکی ہے، بادل بھی برس چکا ہے۔ آنکھ برس کر آنسوؤں سے خالی ہوگئی یعنی شدتِ گریہ کے بعد آنکھ بے اشک ہوگئی ہے۔ انسان کی شدتِ گریہ کے اظہار کے لیے خوب صورت قرینہ برتا گیا ہے۔ جو شعر میں لطف پیدا کر رہا ہے:

چوبِ نم خوردہ کی مانند سلگتے رہے ہم
نہ تو بجھ پائیں نہ بھڑکیں نہ دہکتے جاویں (۱۴)

مشبہ: ہم، مشبہ بہ: چوب (نم خوردہ)، وجہ شبہ: سلگنا

مشبہ بہ چوب پرنم خوردہ ہونے کی قید لگا دی گئی ہے اس لیے یہ تشبیہ مقید ہے۔ مشبہ بہ: چوبِ "نم خوردہ" کے لوازمات بجھنا، بھڑکنا اور دہکنا کا ذکر موجود ہے۔ سلگنے کا قرینہ نہایت شاندار ہے۔ بجھنا، بھڑکنا اور دہکنا تمام افعال کو حرفِ نفی کی تکرار سے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جس سے لفظ سلگنے کی تفہیم کا معنوی تاثر پوری طرح اُبھر کر سامنے آ گیا ہے جو چیز سلگتی ہے، اس میں یہ تینوں افعال موجود نہیں ہوتے، نہ وہ بجھ سکتی ہے۔ بجھ جائے تو سلگنا کیسا؟ نہ وہ بھڑکتی ہے، بھڑک جائے تو سلگنا کیسا؟ نہ وہ دہکتی ہے، دہک جائے تو سلگنا کیسا؟ مشبہ بہ کی تمام صورتوں کو تشبیہ جمع کے ذریعے جمع کر دیا گیا ہے جس سے تشبیہ کا قرینہ بھرپور طریقہ سے غنائیت کا پہلو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے:

درد ایسا ہے کہ بجھتا ہے چمک جاتا ہے
دل میں اک آگ سی ہے آگ بھی جگنو والی (۱۵)

مشبہ: درد، مشبہ بہ: آگ، آگ کے ساتھ جگنو والی ہونے کی قید لگا دی گئی ہے یعنی درد ایسی آگ کی طرح ہے جو جگنو کی طرح بجھتی چمکتی ہے۔ مراد، درد، جگنو والی آگ کے مانند ہے جو بجھتا بھی ہے اور چمک بھی جاتا ہے۔ جگنو سے تشبیہ دے کر نہایت عمدہ قرینہ عمل میں لایا گیا ہے۔

تشبیہ مفروق:

اس تشبیہ میں پہلے ایک مشبہ کا ذکر ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کا مشبہ بہ آتا ہے۔ اس طرح دو یا تین مشبہ اور مشبہ بہ ترتیب سے آتے ہیں۔ احمد فراز کی شاعری میں تشبیہ مفروق اپنا خاص مزاج رکھتی ہے:

دل تو وہ برگ خزاں ہے کہ ہوا لے جائے
غم وہ آندھی ہے کہ صحرا بھی اُڑا لے جائے (۱۶)

مشبہ: دل، مشبہ بہ: برگ خزاں، مشبہ: غم، مشبہ بہ: آندھی

دل کو برگِ خزاں سے تشبیہ دی گئی ہے اور غم کو آندھی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دوسری طرف دیکھیں تو دو مشبہ کا آپس میں تعلق ہے یعنی دل کا غم سے تعلق ہے۔ دونوں مشبہ بہ کا آپس میں تعلق ہے یعنی برگ خزاں کا آندھی سے تعلق ہے۔ غم دل کو تباہ کر سکتا ہے اور آندھی برگِ خزاں کو اڑا لے جاتی ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ ہوا اور آندھی کے سامنے دل کی حقیقت برگ خزاں کی سی ہے جب چاہیں اسے برباد کر کے رکھ دیں۔ غم کی موجودگی میں دل کی حالت کا بیان نہایت عمدہ قرینے سے عمل میں لایا گیا ہے:

زلف راتوں سی ہے رنگت ہے اجالوں جیسی
پر طبیعت ہے وہی بھولنے والوں جیسی (۱۷)

مشبہ: زلف، مشبہ بہ: راتوں، مشبہ: رنگ، مشبہ بہ: اجالوں، وغیرہ میں ترتیب موجود ہے۔

زلف کو سیاہی کی نسبت سے راتوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور رنگت کو اجلے پن کی نسبت سے اجالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ رات کی سیاہی اندھیرے کی طرف اشارہ ہے۔ اندھیرے اجالے کے درمیان تضاد کا تعلق ہے۔ یہی تضاد اندھیرے کو اجالے سے ملنے میں رکاوٹ ہے۔ جسے شاعر نے بھولنے والی طبیعت کہا ہے، محبوب کی یہی بھولنے

والی طبیعت محبوب اور عاشق کے وصال میں رکاوٹ ہے۔اگر ہم راتوں کی سیاہی سے مراد عاشق کی قسمت لے لیں اور رنگت کے اجالے سے مراد محبوب کا وصال لے لیں، تو بات اور صاف ہو جاتی ہے کہ عاشق کی قسمت میں محبوب کا وصال ممکن ہی نہیں کیونکہ محبوب کی طبیعت میں بھولنے کا وصف ہے۔اسی وصف کی بنا پر وہ عاشق کی تاریک قسمت کو روشن نہیں کرتا۔تشبیہ مفروق کی دو مثالیں دیکھیں:

آتے جاتے سارے موسم اس سے نسبت رکھتے ہیں
اس کا ہجر خزاؤں جیسا اس کا قرب بہاروں جیسا (۱۸)

مشبہ: ہجر، مشبہ بہ: خزاں، مشبہ: قرب، مشبہ بہ: بہار

لعل سے لب چراغ سی آنکھیں
ناک ستواں جبیں کشادہ تھی (۱۹)

مشبہ: لعل، مشبہ بہ: لب، مشبہ: چراغ، مشبہ بہ: آنکھیں

تشبیہ ملفوف:

تشبیہ ملفوف میں پہلے کئی مشبہ اکٹھے لائے جاتے ہیں اور اس کے بعد کئی مشبہ بہ یکجا کیے جاتے ہیں:

ہم کبھی ٹوٹ کے روئے نہ کبھی کھل کے ہنسے
رات شبنم کی طرح، صبح ستارے کی مثال (۲۰)

مشبہ: روئے، ہنسے، مشبہ بہ: شبنم، صبح

پہلے دونوں مشبہ اکٹھے آئے ہیں اور دوسرے مصرعے میں دونوں مشبہ بہ اکٹھے آئے ہیں۔

قرینہ ہے کہ ہم کبھی ٹوٹ کر رو نہیں سکے، روئے بھی تو رات کو شبنم کی طرح کم کم روئے، اسی طرح ہم کبھی کھل کر ہنس نہیں سکے، اگر ہنسے بھی تو صبح ستارے کی طرح جھلملاتے رہے۔شبنم معمولی مقدار میں آہستہ آہستہ اترتی رہتی ہے اور صبح کے ستارے کے وقت سورج کے طلوع ہونے کے امکانات ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں اس لیے اس کی روشنی اپنی طرف زیادہ متوجہ نہیں کرتی:

بھری بہار میں اک شاخ پر کھِلا ہے گلاب
کہ جیسے تو نے ہتھیلی پہ گال رکھا ہے (۲۱)

مشبہ: ہتھیلی، گال، مشبہ بہ: شاخ، گلاب

ہتھیلی کو شاخ سے اور گال کو گلاب سے تشبیہ دے کر عمدہ قرینہ پیدا کیا گیا ہے۔پہلی تشبیہ ہتھیلی کو شاخ سے دی گئی ہے۔شاخ کا تعلق فطرت سے ہے۔پھول کے کھلنے کا صحیح مقام شاخ ہے۔دوسری تشبیہ: گال سے گلاب کو دی گئی ہے۔گلاب کا تعلق بھی فطرت سے ہے۔قرینہ یہ ہے کہ محبوب نے اپنے ناز و ادا کے اظہار کے لیے اپنی ہتھیلی پر اپنا گال رکھا ہوا ہے جیسے شاخ پر گلاب جچتا ہے، اسی طرح محبوب کا گال اس کی ہتھیلی پر جچتا ہے۔یہاں گال اور ہتھیلی کو فطرت یعنی گلاب اور شاخ سے جوڑ کر تشبیہ کا خوب صورت نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ایسی متعدد مثالیں احمد فراز کی شاعری میں موجود ہیں۔تشبیہ

ملفوف کی ایک اور مثال دیکھیں:

دلِ فریب زدہ ! دعوتِ نظر پہ نہ جا
یہ آج کے قد و گیسو ہیں کل کے دار و رسن (۲۲)

مشبہ: قد، گیسو، مشبہ بہ: دار، رسن

قد کو دار سے اور گیسو کو رسن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

تشبیہ تسویہ: اس میں مشبہ کئی ہو سکتے ہیں لیکن مشبہ بہ واحد ہوتا ہے۔ مثال:

کھِلے تو اب کے بھی گلشن میں پھول ہیں لیکن
نہ میرے زخم کی صورت، نہ تیرے لب کی طرح (۲۳)

اس میں مشبہ دو ہیں: زخم اور لب، مشبہ بہ واحد ہے، پھول۔

تشبیہ تسویہ میں مشبہ بہ واحد کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جو کہ پھول ہے۔ پھول کی مناسبت سے زخم اور لب کا لفظ آیا ہے۔ زخم کا رنگ سُرخ ہوتا ہے، سُرخی کی وجہ سے لب بھی سرخ ہوتے ہیں۔ قرینہ یہ استعمال ہوا ہے کہ عاشق کا جسم جب زخمی تھا، اُس کے خون کی سرخی محبوب کے لب کی طرح سرخ تھی لیکن پھول تو اب بھی گلشن میں کھلتے ہیں لیکن اُن کی وہ رنگت نہیں جو زخم اور لب کی ہوا کرتی تھی یعنی عشق و محبت کے رویے اب بھی قائم ہیں لیکن اُن میں وہ خلوص اور سچائی نہیں جو پہلے ہوا کرتی تھی۔

زخم کو پھول کہنا انتہائے صبر اور برداشت کا قرینہ ہے جس میں یا تو ایثار کا جذبہ ہے یا کسی مصلحت کا شاخسانہ، البتہ محبوب کے لب کا پھول کی طرح ہونا تشبیہ باصرہ سے متعلق ہے۔ دونوں چیزوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح زخم اور پھول میں بھی تشبیہ بہ متعلق باصرہ کا عمل دخل ہے جس سے شعر میں ایک پیکر اور تصویریت کی خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

تشبیہ جمع:

یہ تشبیہ تسویہ کے اُلٹ ہوتی ہے، اس میں مشبہ واحد ہوتا ہے اور مشبہ بہ متعدد ہو سکتے ہیں۔ تشبیہ جمع کی مثالیں بھی احمد فراز کی شاعری میں موجود ہیں۔ مثالیں دیکھیے:

سنا ہے حشر ہیں اس کی غزال سی آنکھیں
سُنا ہے اس کو ہرن دشت بھر کے دیکھتے ہیں (۲۴)

اس شعر میں ایک طرح سے دوہری تشبیہ کو عمل میں لایا گیا ہے لیکن قرینہ منفرد ہے۔

تشبیہ کی ایک صورت میں: مشبہ آنکھیں اور مشبہ بہ غزال ہے، دوسری صورت میں: مشبہ آنکھیں اور مشبہ بہ حشر ہے۔ یعنی مشبہ ایک ''آنکھیں'' اور مشبہ بہ دو "غزال" اور "حشر" ہیں۔ اس طرح مشبہ واحد اور مشبہ بہ دو ہیں۔ محبوب کی آنکھوں کی خوبصورتی کو ظاہر کرنے کے لیے انوکھا قرینہ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں پورے دشت کے ہرنوں کو حیرت میں ڈال دیا گیا ہے یعنی محبوب کی آنکھیں نہ صرف غزال کی طرح خوب صورت ہیں بلکہ اُن میں حشر کی سی کیفیت بھی موجود ہے جس وجہ سے دشت بھر کے ہرن اُن کی خوبصورتی کے قائل ہو گئے ہیں:

یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے
وہ بت ہے یا خدا دیکھا نہ جائے (۲۵)

مشبہ: وہ (محبوب)، مشبہ بہ: بت اور خدا

محبوب کو اسمِ ضمیر "وہ" کی مدد سے بت اور خدا سے تشبیہ دی گئی ہے کہ عشق کا عالم عجب ہے کہ محبوب کو دیکھنے کی تاب نہیں۔ کیا خبر وہ بت ہے یا خدا جسے دیکھنے کا حوصلہ نہیں۔ مشبہ بہ "بت" اور "خدا" کو جمع کر دیا گیا ہے، جس سے تقدس کا قرینہ پیدا ہوا ہے۔

تشبیہ مفصل:

وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ مثال دیکھئے:

اک زخم گلاب سا کھلا ہے
اک دکھ کی چبھن ہے خار جیسی (۲۶)

زخم کو گلاب سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ شبہ کھلنا موجود ہے۔ دوسرے مصرع میں دکھ کو خار سے تشبیہ دی گئی ہے، وجہ شبہ چبھنا موجود ہے۔ تشبیہ مفصل سے عمدہ مضمون تراشا گیا ہے۔ زخم کا گلاب کی طرح کھل اٹھنا اور دکھ کا کانٹے کی طرح چبھ جانا، شعر میں معنی آفرینی پیدا کر رہا ہے۔ بہار میں جیسے گلاب کھلتا ہے اسی طرح دیوانے کے زخم بھی تازہ ہو جاتے ہیں۔ غم کی کیفیت میں دکھ، بے چینی پیدا کرتا ہے، اسی طرح کانٹا چبھ جائے تو بظاہر زخم کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی چبھن طبیعت کو بے چین کر دیتی ہے۔ اِس شعر میں تشبیہ کا قرینہ نہایت عمدہ ہے۔ تشبیہ مفصل کی مزید مثال:

جسم بلّور سا نازک ہے جوانی بھرپور
اب کے انگڑائی نہ ٹوٹی تو بدن ٹوٹے گا (۲۷)

مشبہ: جسم، مشبہ بہ: بلّور، وجہ شبہ: نزاکت

تشبیہ بعید:

جس میں وجہ شبہ ذرا سوچ بچار کے بعد سمجھ آئے:

لٹ کے بھی خوش ہوں کہ اشکوں سے بھرا ہے دامن
دیکھ غارت گرِ دل یہ بھی خزانے میرے (۲۸)

مشبہ: اشک، مشبہ بہ: خزانے، وجہ شبہ: گراں قدری

اس شعر میں تشبیہ کا قرینہ یہ ہے کہ میں لٹ کر بھی خوش ہوں کیونکہ میرا دامن خالی نہیں ہے، اشکوں سے بھرا ہوا ہے۔ محبت میں غم کھانے والا یا آنسو بہانے والا معتبر ہوتا ہے اور خزانہ رکھنے والا بھی معتبر ہوتا ہے کیونکہ دونوں کے پاس گراں قدر دولت ہوتی ہے۔ شاعر کو محبت میں لٹ جانے پر بہائے گئے آنسوؤں نے معتبر کیا ہے اس لیے وہ ان آنسوؤں کو خزانے کی مثل قرار دے رہا ہے۔

ایک چپ تھی کہ جو خوشبو کی طرح پھیلی تھی
صبح دم کہہ نہ سکی رات کی رانی کوئی بات (۲۹)

مشبہ: چپ، مشبہ بہ: خوشبو، وجہ شبہ: خاموشی

چپ بھی پھیلتی گئی، خوشبو بھی پھیلتی گئی، خوشبو رات کی رانی کی ترجمان تو بنی لیکن وہ کھل کر کچھ اظہار نہ کر سکی۔ خوشبو بھی چپ رہی، رات کی رانی بھی خاموش رہی۔ کچھ بیان تو نہ ہو سکا لیکن بات خوشبو کی طرح پھیل گئی، تشبیہ کا یہ قرینہ تخیل آمیز غنائیت کا مرقع ہے۔ مزید مثال:

مصحفِ رخ ہے کسی کا کہ بیاضِ حافظ
ایسے چہرے سے کبھی فال نکالی جائے (۳۰)

مشبہ: مصحفِ رخ، مشبہ بہ: بیاضِ حافظ، وجہ شبہ: مقدر کی پیش گوئی

بیاضِ حافظ سے فال نکالنے کی روایت موجود ہے۔ فال نیک بھی ہو سکتی اور بد بھی۔ حق میں بھی ہو سکتی ہے اور خلاف بھی۔ اسی طرح محبوب کا رخ بھی کسی کے مقدر کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ وہ جس پر نظرِ التفات کرے وہ مقدر کا سکندر ہو جائے اور جس سے رخ پھیر لے وہ بدنصیب ٹھہرے۔ شاعر بھی اپنا مقدر آزمانا چاہتا ہے۔

تشبیہ مرسل:

جس میں حروفِ تشبیہ موجود ہوں، اُسے تشبیہ مرسل کہتے ہیں:

عشاق کے مانند کئی اہلِ ہوس بھی
پاگل تو نظر آتے ہیں پاگل نہیں ہوتے (۳۱)

مشبہ: اہلِ ہوس، مشبہ بہ: عشاق، حرفِ تشبیہ: مانند، وجہ شبہ: حقیقت حال کا واضح نہ ہونا یا التباسِ نظر ہونا

اہلِ ہوس عشاق کی طرح خود کو سچا اور عشق میں غرق، پاگل پن کا شکار اور جنونی ظاہر کرتے ہیں جو التباس نظر ہے جس سے حقیقتِ حال واضح نہیں ہو رہی یعنی اہلِ ہوس اپنے رویوں سے دھوکا دے رہے ہیں۔ مزید مثال:

ہم ترے شوق میں یوں خود کو گنوا بیٹھے ہیں
جیسے بچے کسی تہوار میں گم ہو جائیں (۳۲)

مشبہ: خود (شاعر)، مشبہ بہ: بچے، وجہ شبہ: از خود رفتگی یا بھٹکنا، حروفِ تشبیہ: جیسے

تشبیہ مؤکد:

جس میں حرفِ تشبیہ حذف کیا جائے، اُسے تشبیہ مؤکد کہتے ہیں۔ مثال دیکھئے:

جسم شعلہ ہے جبھی جامۂ سادہ پہنا
میرے سورج نے بھی بادل کا لبادہ پہنا (۳۳)

مشبہ: جسم، مشبہ بہ: شعلہ، وجہ شبہ: چمک دار ہونا

جسم کو شعلے سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن حرف تشبیہ موجود نہیں۔ تشبیہ مؤکد میں قرینہ یہ پیدا کیا گیا ہے کہ جسم شعلے کی طرح ہے اس لیے محبوب نے لباس سادہ پہنا ہے جیسے سورج بادل کے لبادے میں آئے تو بھی اپنی روشنی کی جھلک مدھم سہی دکھا تا ضرور ہے۔ یہاں ''سورج'' میں استعارے کا قرینہ بھی موجود ہے۔'' شاعر نے الفاظ میں ایسی تصویر کھینچی ہے کہ نقاشی کی

ضرورت نہیں رہی (۳۴)۔

احمد فراز کے تشبیہاتی نظام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اُن کے اکثر مشبہ بہ حسی اور عقلی ہوتے ہیں جن کا فطرت سے گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تشبیہات فطرت کی طرح تر و تازہ اور شگفتہ ہیں۔ ان کا معنوی تاثر دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ جان کو نخل کہنا محبوب کی چال کو بہاروں کا جاتا ہوا قافلہ کہنا غمگین آنکھوں کو کنول کے دو پھول کہنا خشک آنکھوں کو برسے ہوئے بادل سے تشبیہ دینا، دل کو برگ خزاں قرار دینا اور ہجر کی شدت کو خزاں سے ملا دینا بلا شبہ جمالیاتی احساس سے بھرپور تشبیہات ہیں۔ اکثر تشبیہات دل کے ساتھ ساتھ دماغ میں بھی اک لطف کی سی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں۔

محبوب کی تصویر کو خوابوں کا جہاں کہنا گلنار لبوں کو جوانی کی کلیوں سے تشبیہ دینا، تشبیہ کے نادر نمونے ہیں۔ اسی طرح آنکھوں کو چراغ، جسم کو شعلہ اور انجم کو ستارہ کہنا ان کے تشبیہاتی نظام میں تیرگی کے خلاف بغاوت کا عمل بھی ہے کیوں کہ چراغ، شعلہ اور ستارہ سبھی کا تعلق روشنی سے ہے۔ یہاں مروّج اندازِ فکر سے ہٹ کر نیا جمالیاتی زاویہ نگاہ سامنے آتا ہے جس سے فن اور نظریہ باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح پلکوں کو تیر کہنا روایت کی بات سہی لیکن جامد پلکیں اور ابروؤں کی محرابوں سے جو معنوی تاثر پیدا ہو رہا ہے وہ معنی آفرینی کے زمرے میں آتا ہے۔ احمد فراز کی تشبیہات متحرک جمالیات کی نشان گر ہیں، ان کے مشبہ اور مشبہ بہ کے تال میل سے صرف تشبیہ کا عمل ہی مکمل نہیں ہوتا بلکہ رنگ و نور کی ناچتی گاتی رقص کرتی جدت و ندرت سے بھرپور تصویریں نگاہوں کے سامنے گھوم جاتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عابد علی عابد، البیان ،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء)،ص ۸۸

۲۔ انور جمال،ادبی اصطلاحات،(اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۱۹۹۳ء)،ص ۳۴

۳۔ اختر حسین جعفری،احمد فراز کی شعری جہتیں،مشمولہ:ماہِ نو ،احمد فراز نمبر،(جنوری ۲۰۰۹ء)،جلد ۶۲،شمارہ ۱،ص ۳۳۵

۴۔ سید عابد علی عابد،البدیع ،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء)،ص ۴۵

۵۔ احمد فراز،نایافت،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز۲۰۱۴ء)،ص ۸۵

۶۔ احمد فراز،تنہا تنہا،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۵ء)،ص ۸۹

۷۔ احمد فراز،خواب گل پریشاں ہے،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۱۹۹۸ء)،ص ۹۵

۸۔ احمد فراز،درد آشوب،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۲۰

۹۔ تنہا تنہا،ص ۴۷

۱۰۔ احمد فراز، بے آواز گلی کوچوں میں،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۹۸

۱۱۔ احمد فراز،میرے خواب ریزہ ریزہ،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۶ء)،ص ۲۳،۲۴

۱۲۔ احمد فراز،اے عشق جنوں پیشہ،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)،ص ۷

۱۳۔ احمد فراز،شب خون،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۹۳

۱۴۔ احمد فراز،غزل بہانہ کروں،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۸۴

۱۵۔ اے عشق جنوں پیشہ،ص ۴۳

۱۶۔ درد آشوب،ص ۲۸

۱۷۔ احمد فراز،جاناں جاناں،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۱۱۰

۱۸۔ احمد فراز،نابینا شہر میں آئینہ،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۲۴

۱۹۔ احمد فراز،پس انداز موسم،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۷

۲۰۔ خواب گل پریشاں ہے،ص ۹۶

۲۱۔ اے عشق جنوں پیشہ،ص ۱۱۱

۲۲۔ درد آشوب،ص ۳۰

۲۳۔ ایضاً،ص ۱۶۴

۲۴۔ خواب گل پریشاں ھے،ص۱۸

۲۵۔ دردآشوب،ص۸۳

۲۶۔ احمد فراز، شھر سخن آراستہ ھے،(کلیات)،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۶ء)،ص۱۵۶۷)

۲۷۔ تنھا تنھا،ص۱۸۴

۲۸۔ درد آشوب،ص۲۰

۲۹۔ اے عشق جنوں پیشہ،ص۱۲۶

۳۰۔ جاناں جاناں،ص۴۱

۳۱۔ اے عشق جنوں پیشہ،ص۱۱۷

۳۲۔ ایضاً،ص۳۵

۳۳۔ جاناں جاناں،ص۱۷

۳۴۔ البدیع ،ص۲۷۴